(قسط ۵۶) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی*

عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

۱۹۸۱ء کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب وروز اور اسفار کے علاوہ اعزّہ وا قارب، اہل محلّہ وگردوپیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔ آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ، تحقیقی عبارت، علمی لطیفہ، مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ، اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزار ہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں...... (مرتب)

الحاج کرم الٰہی ککے زئی کی رحلت

جمعہ ۳۰؍اکتوبر: کودارالعلوم اورشیخ الحدیث مدظلہ کے ایک دیرینہ خادم ودست راست اورمعاون جناب ملک الحاج کرم الٰہی صاحب اکوڑہ خٹک میں وفات پاگئے، نماز جنازہ بعد جمعہ حضرت مدظلہ نے پڑھایا،موصوف ان چند گنے چنے خدام دارالعلوم میں سے تھے، جوعمر بھر حضرت والا مدظلہ اوردارالعلوم کے تمام کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے ،تیسرے دن دارالعلوم میں تمام طلبہ نے ختم کلام پاک کیا،اوردعائے مغفرت فرمائی

وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی کی دارالعلوم حقانیہ آمد اور استقبال

۲۹ نومبر ۱۹۸۱ء اتوار کا دن دارالعلوم حقانیہ کیلئے مسرتوں کا دن تھا کہ اس دن مرکز اسلام مدینہ طیبہ کے ممتاز تعلیمی ادارہ جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کے سربراہ اور برگزیدہ شخصیت شیخ عبداللہ بن عبداللہ الزائد حفظہ اللہ نے دارالعلوم حقانیہ کو اپنے قدوم سے نوازا۔کئی دن سے شیخ الجامعہ کی آمد کا غلغلہ تھا اور تمام اساتذہ وطلبہ چشم براہ تھے، شیخ الجامعہ کی آمد سے قبل حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلۂ نے ایک خصوصی اجتماع میں طلبہ کو

مدینہ طیبہ کے ضیف مکرم کی آمد کا مژدہ سنایا تھا اور یہ کہ علم و عمل ہر لحاظ سے قابل احترام مہمان کے لئے دیدہ و دل فرشِ راہ کئے جائیں۔ معزز مہمان کی آمد کا وقت ایک بجے دوپہر طے تھا۔ مگر زہے نصیب کہ شیخ موصوف پروگرام سے دو ڈھائی گھنٹے قبل دارالعلوم اچانک پہنچ گئے۔ ابھی استقبال کی تیاری جاری تھی اور طلباء اسباق میں مصروف تھے۔ تاہم مہمانوں کی آمد پر طلبہ نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی قیادت میں پُر جوش خیر مقدم کیا۔ کچھ دیر دفتر اہتمام میں آرام فرما کر استراحت کے لئے احقر کے غریب خانہ تشریف لے گئے۔ گھنٹہ ڈیڑھ آرام فرمایا اور دوپہر کا کھانا تناول فرمانے کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی معیت میں جامع مسجد دارالعلوم تشریف لائے۔ مسجد مشاقینِ دید سے بھری ہوئی تھی۔ شیخ مکرم کے اقتداء میں نماز ظہر ادا ہوئی۔ نماز ظہر کے بعد معزز مہمان نے جلسہ گاہِ ترحیبی میں جانے سے قبل دارالعلوم کا معائنہ کرنا تھا۔ مسجد سے سیدھے دارالعلوم کے ابتدائی شعبہ تعلیم القرآن مڈل سکول جانا ہوا۔ اسی دوران طلبہ دارالعلوم اساتذہ اور علماء دو رویہ قطاروں میں کھڑے ترحیبی نعروں سے مہمان مدینہ کا گرمجوشی سے خیر مقدم کرتے رہے سیدا سیدا مرحبا مرحبا عاش الجامعة الاسلامیه و الجامعة الحقانیه، عاش الملكة العربية السعودية، عاش الاتصالات العلم والدین بیننا و بینکم کے نعروں سے دارالعلوم کے در و دیوار گونج رہے تھے۔

شعبۂ تعلیم القرآن میں تقریباً سات سو زیر تعلیم بچوں نے اساتذہ و ہیڈ ماسٹر کے ساتھ اپنے مخصوص انداز میں گارڈ آف آنر پیش کیا، عربی اردو ترانے پڑھے اور عربی سپاسنامہ کے بعد عربی میں طلبہ نے مکالمات سنائے شیخ موصوف معصوم بچوں کے نظم وضبط اور دینی معلومات سے بے حد متاثر دکھائی دے رہے تھے۔ واپسی میں آپ نے خشوع وخضوع کے ساتھ دعا فرمائی اور شکریہ ادا کیا یہاں سے آپ استقبالیہ قطاروں کے گھیرے میں کتب خانہ دارالعلوم دیکھنے گئے اور کتب خانہ کا کچھ دیر معائنہ کیا یہاں سے دفتر الحق میں فروکش ہوئے، جہاں احقر نے الحق اور مؤتمر المصنفین کی مطبوعات کا تعارف کرایا، الحق کے کچھ مجلدات اور مطبوعات مؤتمر کے مکمل سیٹ شیخ موصوف اور ان کے رفقاء کو پیش کئے گئے۔ نماز ظہر سے قبل آپ نے دارالعلوم کے دارالحفظ والتجوید کی جدید پُرشکوہ عمارت اور زیرِ تعمیر ہاسٹل کا بھی معائنہ کیا اور بار بار واللہ انها جهود عظيمة جیسے کلمات سے خوشنودی ظاہر فرمائی۔

دارالتدریس کی درسگاہوں کو سرسری دیکھنے کے بعد استقبالیہ تقریب میں جلوہ افروز ہوئے دارالحدیث سے باہر دارالعلوم کے صحن میں پنڈال بنایا گیا تھا اور سٹیج پر چند حضرات کی نشست کا انتظام تھا۔ شیخ نے سٹیج پر قدم رکھا تو ایک بار پھر دارالعلوم کے در و دیوار اللہ اکبر اور استقبالیہ نعروں سے گونج اٹھے، دارالعلوم کا صحن طلباء، علماء کے مجمع سے بھرا ہوا تھا، تقریب کا آغاز دارالعلوم کے ایک جید قاری کے تلاوت کلام پاک

سے ہوا اس کے بعد احقر نے دارالعلوم کے اساتذہ طلبہ اور شیخ الحدیث مدظلہٗ کی طرف سے عربی میں مبسوط سپاسنامہ پیش کیا، جس میں جامعہ اسلامیہ اور مملکۃ عربیہ سعودیہ کے اسلام اور علوم اسلام کے لئے لازوال مساعی جمیلہ پر شکریہ ادا کیا گیا تھا۔ اس کے بعد برصغیر میں انگریزی سامراج کی آمد دینی علوم کی نشر و اشاعت کا نظام درہم برہم ہو جانے اور اہل اخلاص علماء کے مدارس طلبہ کا انتظام کرنے کا ذکر تھا۔ نیز یہ کہ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے تعلیمی مرکز دارالعلوم دیوبند کا سلسلہ سند و تلمذ کن اساتذہ و رجال سے چلا ہے۔ اس ضمن میں شاہ ولی اللہ اور ان کے تلامذہ و اخلاف سے لیکر حضرت نانوتویؒ اور اس کے بعد مشاہیر علم و فضل کی قومی دینی و علمی خدمات پر روشنی ڈالی گئی تھی۔

سپاسنامہ میں علم حدیث کی ترویج و اشاعت کے لئے ان حضرات اور ان کے مدارس کے جہود مبارکہ کا بھی ذکر تھا کہ اس سے قبل ہندوستان کی تعلیمی و تدریسی پرواز صرف فقہی کتابوں تک تھی، ان اکابر ہی سے حقیقت میں برصغیر کا گوشہ گوشہ حدیث رسول کی اشاعت اور سنت نبوی ﷺ کے فروغ سے منور ہوا۔ اس کے بعد دارالعلوم حقانیہ کی تاسیس سے لیکر اب تک اس کی ہمہ گیر سرگرمیوں، خدمات، شعبوں کے تعارف تلامذہ اور فضلاء کے فروغ دین کے لئے مساعی کا تفصیلی ذکر تھا اور یہ کہ دارالعلوم حقانیہ کو آپ کے مادی تعاون کی نہیں بلکہ علمی و تعلیمی میدانوں میں اشتراک سندات کے معادلۃ اور اسکی علمی حیثیت کے اعتراف کی توقع ہے۔

سپاسنامہ کے جواب میں شیخ عبداللہ الزائد نے نہایت پُر درد عالمانہ خطاب فرمایا جس میں دارالعلوم کی تائید و تحسین، اہل علم کے باہمی اتحاد دعوت و تبلیغ اور جہاد افغانستان کے لئے استعداد جیسے اہم مسائل پر روشنی پڑتی تھی۔ تقریر کے اختتام میں معزز مہمان دارالعلوم حقانیہ کی علمی خدمات کے اعتراف کے طور پر جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کی طرف سے پچاس ہزار روپیہ امداد کا بھی علان فرمایا اور عربی اساتذہ کی بھی پیشکش فرمائی۔ شیخ مکرم کے وقیع خطاب کے بعد ان کے رفیق سفر جو (وفاق المدارس کی نمائندگی بھی فرما رہے تھے) جناب ڈاکٹر استاد عبدالرزاق اسکندر جامعہ العلوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن نے تقریر کی اردو میں ترجمانی کی۔ اختتام میں احقر نے شیخ موصوف کا گرانقدر امداد پر شکریہ ادا کیا، تقریب کے بعد دارالعلوم کے طلبہ کے لئے ایک ہاسٹل کا سنگ بنیاد رکھوانے کا پروگرام تھا۔ دارالحدیث کے دائیں جانب بالائی حصہ پر ایک دارالاقامہ شاہ اسماعیل شہید کے نام پر منسوب مکمل ہو چکا ہے۔ بائیں جانب سید احمد شہید قدس سرہٗ کے نام پر دارالاقامۃ کی تعمیر زیر تجویز ہے۔ کچھ عرصہ قبل عالم اسلام کی ممتاز شخصیت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ نے اس عمارت کی پہلی اینٹ اپنے ہاتھوں سے رکھی تھی مگر تعمیر کا کام تاحال شروع نہیں ہو سکا۔ آج کے معزز مہمان شیخ الزائد نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اسی اینٹ کے ساتھ دوسری اینٹ رکھی اور اس طرح عرب و

عجم کے اس قران السعدین کی شکل میں یہ مبارک بنیاد رکھی گئی۔ شیخ الزائد نے جس امداد کا اعلان فرمایا وہ بھی اسی عمارت کی مد میں خرچ کی جائے گی۔ تقریب تاسیس کے بعد معزز مہمان جامع مسجد دارالعلوم گئے اور نماز عصر کی امامت فرمائی۔

عصر کے بعد معزز مہمان کو طلبہ نے بادیدہ پرُنم الوداع کہا اور آپ پشاور تشریف لے گئے۔ شیخ محترم کیساتھ اس دورہ میں انکے معزز رفقاء القاری المقرئ عبدالقوی استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ محترم ومکرم مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب فیصل آباد محترم ومکرم جناب میاں فضل حق صاحب امیر جماعت اہل حدیث پاکستان اور ہمارے محترم فاضل دوست مولانا عبدالرزاق سکندر کراچی بھی شریک تھے۔ الحمد للہ کہ وسائل کی کمی ہر طرح بے ربطی وسادگی کے باوجود معزز مہمان نے خوشگوار اثرات لئے۔ جس کا بعد میں اطلاعات سے پتہ چلا کہ وہ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے محترم شیخ الحدیث سے سب سے بڑھکر اس دورہ میں متاثر ہوئے۔ حضرت مدظلہٗ سے تو ان کی وابستگی اور مناسبت کا یہ حال ہوا کہ یہاں دوران قیام وہ بار بار حضرت کو والدی الکریم کہہ کر پکارتے رہے اور بار بار پیشانی کو چومنے کی سعی کرتے رہے۔ ہماری دعا ہے کہ برگزیدہ مہمان کا یہ دورہ دو علمی و دینی اداروں کے مابین گہرے علمی اور ثقافتی روابط کا ذریعہ بنے اور مرکز اسلام سے دارالعلوم حقانیہ کو قوی سے قوی نسبتوں کا حامل ثابت ہو۔ وما ذلك علی اللہ بعزیز واللہ یقول الحق و ھو یھدی السبیل

گردش ایام کے زد میں

نومبر ۱۹۸۱ء: برصغیر کا علمی اور تعلیمی قبلہ ''دارالعلوم دیوبند'' ان دنوں گردش ایام کی زد میں ہے، جشن صد سالہ اس کا نقطۂ معراج تھا، تو اس کے بعد کے حالات آغاز زوال کی نشاندھی کرنے لگے، ولا فعلھا اللہ اپنوں اور غیروں کے ہاتھوں آج دارالعلوم انتشار وافتراق کی آخری حدود کو چھونے لگا ہے، اور یہ خبریں اس علمی مرکز کے تمام وابستگان کیلئے خصوصاً اور اہل درد مسلمانوں کے لئے عموماً سوہان روح بنی ہوئی ہیں، جب خدا ترسی واخلاص کی جگہ تعصب وتحزّب لے لے، للّٰہیت کی جگہ نفسانفسی کا دوردورہ ہو تو ایسے عالم میں اصلاح کی سعی کرے تو کون؟ جبکہ اکابر کا بھی قحط ہو اور مخلصین کی مساعی بارآور نہ ہونے کا بھی یقین پس آج ہم سب کا ماؤی وملجا اس معاملہ میں خدائے رحیم وکریم ہی رہ گئے، ہیں باقی سب سہارے اور امیدیں اس ادارہ کو بچانے کی ٹوٹ گئی ہیں۔

بارالہا! عالم اسلام کے اس قلب وروح کو زندہ رکھنے والے اس مرکز علم یقین کی تو ہی حفاظت فرما، تو ہی اس کا حامی وناصر ہے، تونے دنیا کے سب سے بڑے استبدادی سامراج کے سارے مکروکید کے باوجود اسے بچائے رکھا، یہ پھلتا پھولتا رہا، اور عالم اسلام کی شریانوں میں اپنا خون دوڑتا رہا، تو آج بھی تو ہی

اس کی بقاء وحفاظت فرماسکتاہے،اسے محفوظ ومصؤن رکھ اوراس کے تمام وابستگان کومتحد ومتفق فرمادے۔واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

حضرت علامہ خالد محمود کی تشریف آوری

۲۵/دسمبر۱۹۸۱ء: کوممتاز محقق عالم حضرت علامہ خالد محمود صاحب جوانگلینڈ میں مقیم ہیں تشریف لائے،حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے ملاقات کی ، اوربعد میں احقر سے بیرون ممالک میں مسلک حق کی حفاظت کے موضوع پر تفصیلی تبادلۂ خیالات کیا۔

افغان مجاہدرہنما کی آمداورحضرت غورشتوی کی نظرمیں مولاناعبدالحق کی عظمتِ مرتبت کا اظہار

☆ افغان مجاہدین کے اہم زعماء،قائدین اورزعماءتشریف لاتے رہتے ہیں،اس سلسلہ میں افغانستان کے ولایت لوگرکے موضع چرخ (یعقوب چرخی وغیرہ اس کومنسوب ہیں) سے تعلق رکھنے والے حضرت مولانا محمد دین صاحب تشریف لائے،جومقامی جہاد کے امیرعمومی جید عالم،محدث اورحضرت مولانا نصیرالدین غورغشتی مرحوم کے خلفاء میں سے ہیں،انہوں نے جہادافغانستان کے سلسلہ میں نصرت خداوندی کے عجیب واقعات سنائے، دارالعلوم اورحضرت بانی دارالعلوم کے بارہ میں انہوں نے اپنے شیخ واستادحضرت محدث غورغشتوی کی ایک روایت نقل کی۔

فرمایا مجھے تمام عمرمولاناعبدالحق مدظلہ سے ملنے کی حسرت تھی،اس لئے کہ ہمارے شیخ الحدیث نصیرالدین فرماتے تھے،کہ اب جب مولاناعبدالحق صاحب وطن (دیوبند سے) آگئے ہیں۔اب اگرمیں تدریس نہ بھی کرسکوں،تومیراذمہ فارغ ہوگااس لئے کہ وہ میرے عوض ہیں اوریہ ایساہے،کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام نے ظہورفرمایا،اوروہ فتویٰ دینے لگے تولقمان حکیم نے فرمایا،کہ اب ان کافتویٰ کفایت کرتاہے، اس کے راوی مولانا محمد دین صاحب نے فرمایا،کہ یعنی مولانا ان پرایسے گراں تھے کہ مثالیں دے دے کرہمیں ان کے بارہ میں سمجھایا کرتے۔

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی تشریف آوری اورمسجدحقانیہ میں امامت وتاثرات

شام اورعالم عرب کے ممتازترین جیداورمحقق علامہ اورمجاہدرہنما شیخ عبدالفتاح ابوغدہ جواس وقت ریاض سعودی عرب میں شام سے جلاوطنی کی زندگی گذاررہے ہیں اورریاض یونیورسٹی میں علم وتحقیق کے گوہرلٹارہے ہیں۔

۳۰دسمبر۱۹۸۱ء: ۳ربیع الاول ۱۴۰۲ھ کودارالعلوم تشریف لائے اوریہ آپ کی حقانیہ میں دوسری بارآمد تھی،حضرت مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہ کے فرزند مولانا محمد بنوری ان کے ہمراہ تھے،حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے ساتھ دفترمیں دیرتک قیام فرمایا،پھردارالعلوم کے مختلف شعبوں بالخصوص کتب خانہ کا

معائنہ کیا، مسجد ودارالعلوم میں نماز ظہر کی امامت فرمائی اور طلبہ واساتذہ کو زیارت نصیب ہوئی۔

اس کے بعد میرے مکان پر چند گھنٹے آرام فرمایا، کتاب الآراء میں دارالعلوم اورحضرت بانی دارالعلوم کے بارہ میں فصیح وبلیغ، جامع وعمیق تاثرات کوقلمبند کیا جس میں چند جملے یہ ہیں۔

فهی دارٌ اسست علی التقویٰ والدین ونشرالکتاب والسنة بین المسلمین باالعلم والعمل والجهد والاجتهاد فخرج طلابهاشیوخاً فی العلم وقادة فی الجهاد فآتاهم الله الفضل بطرفیه جلول انظارمولانا الشیخ علیهم وتوجیهه الیهم

دارالعلوم ایسی جگہ ہے جس کی بنیادتقویٰ ،مسلمانوں میں کتاب وسنت کی اشاعت کیلئے رکھی گئی ہے،وہ بھی علم وعمل محنت وجدوجہد وجہاد کے ذریعہ، اس وجہ سے اس کے طلبہ علم کے شیوخ اور جہاد کے قائد بن کر نکلتے ہیں انہیں ہرلحاظ سے ہمارے شیخ (مولانا عبدالحق مدظلہ) کی توجیہات عالیہ اورنظرکرم سے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل ورحمت سے نوازا۔

الحمدلله الذی اکرمنی بزیارة دارالعلوم الحقانیه والاکتحال برؤیتها ورؤیة شیوخهاالافاضل وتاجهم البهیج صاحب العطر الاریح مولانا العلامة الجلیل والدراکة النبیل والامام الجیل الشیخ عبدالحق امدالله العظیم وظله ونفع به العباد والبلاد وانار به الحق لطالبیه وامتع به محبیه ومربیه ، وان لقاء مثل شیخنا الاجل المفضال بلسم الروح والقلب وغذاء للعزم والهمة واستنارة بروح اهل الروح وائمة العلم والرسوخ فلقاء غذاءً من غذاء وشفاءٌ من الداء العمیاء فاالحمدلله اننی سعدت بلثم یدیه والجلوس لدیه۔

الحمدللہ کہ اللہ نے مجھے دارالعلوم حقانیہ کے رؤیت سے نوازا ، کہ اس کے دیکھنے کا سرمہ نگاہوں میں ڈال سکوں اس کے مشائخ بالخصوص ان مشائخ کے سرتاج وانواررروحانی کی مہک سے سرشار مولانا علامہ جلیل اوردانائے بصیرامام معظم شیخ عبدالحق کی زیارت سے نوازا، اللہ ان کے سایہ سے اپنے بندوں اورملک کونفع مند کرتارہے ،طالبین حق کے لئے حق ان کے ذریعہ روشن ہوتارہے ،ان کے معتقدین اورمریدین کوان سے فیض یاب کرتارہے ،ان کی زیارت روح کی تقویت عزم وہمت کی غذا اورروحانیوں کی روحانیت میں اضافہ کاذریعہ ہے، ان کی زیارت غذائے روح اورشفائے امراض باطنی ہے،الحمدللہ کہ میں ان کے ہاتھ چومنے اورصحبت میں بیٹھنے سے مشرف ہوا۔

پروفیسرمحمودالحق حقانی کی شادی کی تقریب

۲۶؍نومبر: آج حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے فرزند برادرم جناب محمودالحق حقانی پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور کی

تقریب شادی منعقد ہوئی اور دعوت ولیمہ میں سینکڑوں احباب واقارب نے شرکت کی جن میں ہر طبقہ خیال کے زعماء، علماء اور عمائدین بھی شامل تھے۔

۴؍دسمبر ۱۹۸۱ء: حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے ہاتھوں مدرسہ ربانیہ شیدو تحصیل نوشہرہ کا افتتاح عمل میں آیا۔ یہ مدرسہ ایک مخیر جناب حاجی عبدالرب خان صاحب شیدو کی مساعی کا مرہون منت ہے۔

مولانا عثمان تاروجبہ اور ربانیہ شیدو کے مدارس کا افتتاح

۶؍دسمبر کو احقر نے مولانا محمد عثمان صاحب امیر جمعیۃ علماء اسلام نوشہرہ کی دعوت پر موضع تاروجبہ میں ان کے قائم کردہ دینی مدرسہ کا افتتاح فرمایا۔

1982

مولانا سمیع الحق کی طرف سے مجلس شوریٰ کے پہلے ہی اجلاس میں اسلامی نظام کے نفاذ کی قرارداد:

۱۸ جنوری ۱۹۸۲ء: مجلس شوریٰ کا حالیہ اہم اور پہلا اجلاس اس حقیقت کی توثیق کرتا ہے کہ پاکستان کے قیام کا بنیادی مقصد اور اس کے وجود میں آنے کی وجۂ جواز یہ تھی کہ ایسی اسلامی مملکت کا قیام عمل میں آئے جہاں مسلمان اسلام کے احکام کے مطابق اپنے ہر شعبہ زندگی کو استوار کریں، جس کے بغیر یہ ملک اور معاشرہ حقیقی فلاح و بہبود اور امن و استحکام سے ہم کنار نہیں ہوسکتا۔ ایوان اس بات پر افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ پچھلے تیس برس پاکستان کے اس بنیادی مقصد کی طرف نہ یہ کہ کوئی قابل ذکر پیش رفت نہیں ہوئی، جس کا اثر عملی زندگی میں ظاہر ہو۔ بلکہ زندگی کے بہت سے شعبوں میں ملک اس بنیادی مقصد سے دور ہٹتا چلا گیا۔ ایوان موجودہ حکومت کے اس اقرار و اعتراف اور بار بار یقین دہانی کو بہ نظر استحسان دیکھتا ہے کہ اس کی ترجیحات کی فہرست میں نظام اسلام کا قیام سب سے اولین اہمیت کا حامل ہے۔ موجودہ حکومت نے جس وضاحت اور تکرار کے ساتھ اس سمت میں اپنے عزم محکم کا اعلان کیا ہے اور اس کی طرف کچھ عملی اقدام بھی کیے ہیں، ایوان ان کو قابل قدر سمجھتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ایوان اس بات پر زور دیتا ہے کہ اس اہم مقصد کی طرف عملی پیش قدمی کی رفتار مزید تیز کردی جائے۔ اور جو عملی اقدامات کیے گئے، ان کے مؤثر اور کامیاب ہونے کے لیے جو فضا پیدا کرنی ضروری ہے، اس کی طرف کما حقہ توجہ دی جائے۔ ایوان یہ محسوس کرتا ہے کہ اس صورت حال کا ازالہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ اسلامی نظام کے قیام کے سلسلہ میں جو اقدامات کیے گئے ہیں، وہ متفرق نوعیت کے بجائے مربوط اور منظّم ہوں۔ لہٰذا ایوان، حکومت پر زور دیتا ہے کہ وہ قانون، عدالتی نظام، تعلیم، معیشت، ذرائع ابلاغ، اصلاح معاشرہ، انتظامیہ کے سلسلہ میں اسلامی اصطلاحات کو اس طرح تیز اور منظّم اور مؤثر بنائے کہ تمام شعبوں میں اصلاحات ایک دوسرے کے مددگار ہوسکیں۔ مجلس شوریٰ اپنے

ایمان و یقین پر مبنی اس جذبے کا اظہار کرتی ہے کہ وہ اس مقصد کے حصول کے لیے اپنی بہترین صلاحیت بروئے کار لائے گی اور زیر بحث لانے والے تمام داخلی اور خارجی امور و مسائل میں انہی جذبات اور اصولوں کو ملحوظ رکھے گی، جن کا اظہار صدر مملکت جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب اسلامی نظام وقوانین کے سلسلہ میں پہلے دن سے کرتے چلے آئے ہیں۔ مجلس شوریٰ اس سلسلہ میں اپنے بہترین مشوروں، تجاویز اور مکمل تعاون سے دریغ نہیں کرے گی اور اس کام کو ارکان مجلس سب سے اہم، اولین اور مقدس فریضہ سمجھیں گے۔

مجلس شوریٰ ارباب اقتدار کے ساتھ ساتھ علماء، مفکرین، دانش وروں اور عوام کے مختلف طبقات سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اس ضمن میں اپنا مؤثر اور بھرپور کردار ادا کریں اور قوانین کو اسلامی نظام کے مطابق ڈھالنے اور معاشرہ میں اسلامی رجحانات کو بیدار کرنے کے لیے مکمل تعاون کریں''۔

یہ ایوان اس قرارداد کو فعال اور عملی بنانے کے سلسلے میں صدر مجلس کو اختیار دیتا ہے کہ وہ فوری طور پر اس ایوان کے ممبران میں سے علمائے دین اور ماہرین قانون پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دیں، جو اسلامی نظریاتی کونسل اور پاکستان لاء کمیشن کی سفارشات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنی تجاویز اس ایوان کے سامنے جلد از جلد پیش کرے تاکہ یہ ایوان صدر پاکستان کو اپنی ٹھوس تجاویز اور مشورے اس قرارداد کے سلسلے میں پیش کرے۔

قرارد پر مولانا سمیع الحق محرک قرارداد کی تقریر

جناب چیرمین! میں چاہتا تو یہ تھا کہ یہ قرارداد جو میں نے پیش کی ہے اتنی سادہ، متوازن، واضح اور غیر مبہم ہے کہ آپ مجھے ایک منٹ کی تقریر کا بھی موقع نہ دیتے تو میں ضرورت محسوس نہ کرتا۔ اور میری خواہش تھی کہ اس مسئلے پر یہ ترامیم در ترامیم کا سلسلہ، یہ قانونی موشگافیاں اور یہ چیزیں سامنے آنے کی بجائے اصل قرارداد کی سپرٹ اور اس کی روح کو دیکھا جائے۔ اس وقت پوری قوم کی نگاہیں اس ایوان پر لگی ہوئی ہیں۔ مخلص درمند مسلمان ہماری اسمبلی کے قواعد وضوابط کو نہیں دیکھتے، نہ قانونی موشگافیوں کو سمجھتے ہیں۔ وہ اس معاملے میں پوری مجلس شوریٰ کے ایمان، یقین، جوش وخروش اور جذبات کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور میں انہی جذبات کو قوم کے سامنے لانا چاہتا تھا کہ مجلس شوریٰ کا ہر رکن ایسی قراردادوں کے معاملے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں پیش پیش ہے۔ اس دن (تحریک التواء پیش کرتے ہوئے) بھی میری یہ خواہش تھی کہ تحریک التواء قانونی موشگافیوں کا شکار نہ ہو اور مختصر الفاظ میں اپنے جذبات کا اظہار کر دیتا اور اس کے اچھے اثرات پڑتے۔ کاش اسے مسترد نہ کیا جاتا؛ کیوں کہ پورے ملک میں اس کے برے اثرات پڑ سکتے ہیں۔ کچھ غلط فہمیوں کی وجہ سے اور کچھ معاندین کی شرارتوں کی وجہ سے، اس مسئلے کو اچھال رہے ہیں۔ آج اگر اس قرارداد کا بھی پوسٹ مارٹم اور آپریشن در آپریشن کا سلسلہ چل پڑا اور اس کو کمیٹیوں کے سپرد کیا گیا تو اس سے

پوری دنیا اس مجلس شوریٰ کی سمت کا اندازہ لگائے گی۔ اب تک اتنی ترامیم آچکی ہیں کہ میں نے اپنی قرارداد کو دیکھا ہے تو اس میں صرف بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم باقی رہ جاتا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ بسم اللہ اور الحمد کے متعلق کوئی ترمیم نہیں آئی۔ اس قرارداد میں کوئی سیاسی مقاصد، مخالفت برائے مخالفت اور ایسے مسائل نہیں تھے۔ اس میں صرف ایوان کی طرف سے اس اہمیت کا اظہار کرانا مقصود تھا۔ اور اس وقت تک جو اصلاحات کی گئی ہیں ان کا بھی ذکر ہے اور جو پیش رفت اس سلسلہ میں ہوئی ہے اسے بھی خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ صدر پاکستان جو جذبات رکھتے ہیں، جو اسلامی اقدامات کرنا چاہتے ہیں مجلس شوریٰ کے اراکین ان کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں گے۔

جناب والا! میں نے یہ عرض کرنا ہے کہ اس حکومت نے عملاً اسلام کی طرف پیش رفت کا سلسلہ ضرور کیا۔ اسلام کا نام جس مدوشد سے لیا گیا اور اس کی وجہ سے ۱۹۷۷ء میں عوام نے جس جوش وخروش اور جس گرم جوشی سے اس حکومت کا خیر مقدم کیا، اس کی تاریخ میں مثال نہیں مل سکتی۔ جب کہ فوجی حکومتوں کو عسکری حکومتوں کو عموماً پسند نہیں کیا جاتا۔ اس استقبال اور خیر مقدم کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ قوم سمجھ گئی تھی کہ قیام پاکستان کے اصل مقصد کی طرف اب توجہ دی گئی ہے۔ پھر یہ شوق اور ذوق انتظار میں تبدیل ہوا۔ اور پھر انتظار رفتہ رفتہ بے چینی اور مایوسی کی شکل اختیار کر گیا۔ ایک طرف یہ اسلامی نظام کا نعرہ اگر بہت قابل تحسین اور اسلام کا عین تقاضا تھا تو دوسری طرف اس طرح ہم نے اسلام کو ایک نازک ترین اور بہت نازک پوزیشن پر کھڑا کر دیا ہے۔ اسلام کے بارے میں صدیوں سے ایک تصور ہے کہ ان شاء اللہ وہ جلد آئے گا اور جب بھی آئے گا تو سارے آلام ومصائب ختم ہوجائیں گے۔ عدل وانصاف کی فراوانی ہوگی اور خوشحالی کا دور دور ہوگا۔ اب جب عوام دیکھیں گے کہ چار سال سے جب کہ ہم تو کہیں گے کہ اسلامی نظام نافذ ہو چکا ہے اور وہ عملاً دیکھیں گے کہ بھوکے اب بھی موجود ہیں، بیمار اب بھی علاج کے لیے تڑپ رہے ہیں، ظالم کے اب بھی ہاتھ نہیں کاٹے جاتے اور وہ برکات وثمرات عوام کے سامنے نہیں آئیں گے جو وہ دیکھنا چاہتے تھے تو اس کے نتیجے میں جو ایک رومانٹک تصور ہے اور ایک حسین خواب اسلام کے بارہ میں ہے جب وہ شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا تو اسلام ہی سے لوگ برگشتہ ہوجائیں گے۔ اسلام سے وابستگی ختم ہوگی۔ آئندہ کوئی اسلام کا نام نہ لے سکے گا اور نئی نسل اس سرخ سیلاب اور طوفان کی لپیٹ میں آجائے گی جو ہماری سرحدات پر پہنچ چکی ہے۔

جناب والا! جب ہم اسلامی انقلاب کا نام لیتے ہیں تو اس کے لیے انقلابی اقدامات کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ دنیا میں کوئی انقلاب، انقلابی اقدامات کے بغیر نہیں آیا۔ پرانی عمارتوں کو گرا کر نئی عمارتیں بنانی پڑتی ہیں۔ اس کے لیے توڑ پھوڑ بھی ہوتی ہے۔ ہم تدریج کا لفظ سنتے سنتے تھک گئے ہیں۔ ۳۴ سال سے ہم

تدریج کا لفظ سن رہے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ اسلام تدریجاً آیا ہے، لیکن تدریج کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ نیکیوں کی طرف سبقت کرو۔ ارشاد ہے یسارعون فی الخیرات نیک کاموں میں اور بھلائی کے کاموں میں سرعت اور سبقت کرو۔ تو تدریج اور تیسیر یہ سب چیزیں حکمت عملی کا تقاضا ضرور ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ جو اقدامات کیے گئے ہیں اور وہ جو ادھورے ہیں، ان کو مؤثر قرار دینے کی تدابیر سامنے لائی جائیں۔ مثلاً بعض لوگ کہتے ہیں کہ فضا سازگار نہیں بنائی جاتی۔ اسلامی انقلاب کے لیے فضا کی تیاری بہت ضروری ہے۔ جو چیزیں اس کی راہ میں رکاوٹ ہیں، ان کو ختم کرایا جائے۔ اسلامی انقلاب کے لیے قوانین، پولیس اور فوج کے ساتھ ساتھ اندرونی انقلاب کی بھی ضرورت ہے۔ حضور اقدس ۷ نے ایسے معاشرے میں یہ انقلاب انہی قوانین کے ذریعے برپا کیا۔ وہ لوگ تہذیب وتمدن سے بھی دور تھے۔ جرائم میں مبتلا تھے، لیکن فضا ایسی سازگار کرادی گئی اور قلوب میں خوف خدا، تقوٰی، دیانت اور ان چیزوں کو اتنا رچایا بسایا گیا کہ جب اندر سے خدا کے خوف اور تقوٰی کی فضا پیدا ہوئی تو ایک اعلان کے ساتھ ہی شرابیوں نے شراب ہاتھ سے پھینک دیا۔ ایک اعلان سے مدینہ منورہ کی گلیاں، نالیاں شراب سے بھر گئیں۔ برتن توڑ دیے گئے۔ پھر زنا کی ممانعت کا حکم آیا اور آپ تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ ایک مرد آتا ہے اور خود اعتراف کرتا ہے اور ایک عورت آتی ہے اور خود اعتراف کرتی ہے کہ مجھ سے بشری کمزوری کی وجہ سے یہ جرم سرزد ہوا۔ وہاں پولیس اور فوج ان کو مجبور نہیں کر رہی تھی۔ حجاب اور پردہ کی آیت نازل ہوتی ہے تو آیت سنتے ہی جو خاتون راستے میں جارہی تھی، جہاں تھی، وہاں بیٹھ گئی اور دیوار کے ساتھ چمٹ کر بیٹھ گئی کہ اب اس آیت کے بعد مجھے دو قدم آگے چلنے کا بھی بغیر حجاب کے حق نہیں ہے۔ اب اوروں سے اس انقلاب کا موازنہ کیا جائے تو ہمارے سامنے انقلاب امریکہ کا ہے، جس نے غالباً ۱۹۳۶ میں تحریم خمر کا قانون نافذ کردیا۔ مگر نتیجہ کیا نکلا؟ پورے امریکہ میں شراب کی اتنی بہتات ہوگئی کہ سینکڑوں کے بجائے ہزاروں بھٹیاں اور کارخانے خفیہ قائم ہوگئے، یہاں تک کہ سائیکل پر جاتے ہوئے لوگ ٹائر اور ٹیوب میں شراب بھر کر لے جاتے تھے اور کسی کو خبر نہیں ہوتی تھی۔ آخر امریکہ مجبور ہوگیا کہ اس قانون سے تو پورے ملک میں قانون شکنی کی فضا پیدا ہوگئی، اور یہ قانون واپس لے لیا گیا۔ تو جب تک اندر سے اصلاح نہ ہوگی، اثرات ظاہر نہ ہوں گے۔ مشہور مؤرخ اور سکالر ٹوائن بی نے اعتراف کیا کہ تحریم خمر اسلام کا شاندار کارنامہ ہے۔

الغرض جب تک ہم اندرونی انقلاب کے لیے فضا نہیں بنائیں گے، ذرائع ابلاغ کو مؤثر نہیں بنائیں گے، تعلیم کو مؤثر نہیں بنائیں گے اور تمام وہ ذرائع جو تعلیم اور تبلیغ کے ہیں، ان کو ان خطوط پر نہیں چلائیں گے تو اس کے بغیر کچھ سرسری اقدامات سے معاشرے میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی آپ محسوس نہیں

کر سکیں گے۔ ۴۴ سال سے ہم پر جو نظام تعلیم مسلط ہے اور وہی ہماری بنیادی خرابیوں کا سرچشمہ ہے۔

میں اپنی تقریر کو ختم کرنا چاہتا ہوں اور اب جو مخصوص نکات میرے ذہن میں ہیں، میں ایوان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

(۱) ملک کا نظام تعلیم انقلابی انداز میں تبدیل کیا جائے۔

(۲) خواتین کے لیے علیحدہ یونی ورسٹیاں، مخلوط تعلیم کا خاتمہ، مخلص دینی درد رکھنے والے افراد پر مشتمل

(۳) ذرائع ابلاغ کے ذریعہ پر جوش انقلابی فضا تیار کی جائے اور نگران کمیٹی فالواپ کمیٹی ہو۔

(۴) عدالتوں کا پیچیدہ طریق کار ختم کر کے انصاف کا حصول آسان بنایا جائے۔

(۵) سرکاری حکام اور عوام سادہ طرز معیشت و معاشرت اختیار کریں۔ سرکاری خزانہ سے نمود و نمائش اور تعیش کے اخراجات ختم کرائے جائیں۔

(۶) رشوت ستانی کا کلی انسداد اور ایسے قوانین کا نفاذ کہ اس کی سزا عبرت بن سکے۔

(۷) نماز کو لازمی اور نظام الاوقات کا لازمی جز بنایا جائے، اور ترکِ صلوٰۃ قابل تعزیر جرم ہو۔

(۸) سرکاری ملازمین کی کارکردگی اور تقرری کی رپورٹوں میں سیرت و کردار اور اسلام سے وابستگی کو خاص طور سے ملحوظ رکھا جائے۔ اور ایسے افراد کا تعین ہو جو اخلاقاً بلند معیار رکھتے ہوں۔

(۹) حدود آرڈی نینس کے تحت قائم مقدمات کی سماعت کے لیے شرعی عدالتیں ہوں، جن میں علمائے دین بھی شامل ہوں۔

(۱۰) فوجی عدالتیں بھی حدود آرڈی نس کے تحت آنے والے مقدمات کی سزا اسی آرڈی نس کے تحت دیں، تاکہ ان قوانین کی حد تک سول اور فوجی عدالتوں کی تفریق ختم کی جاسکے، گو وہ پروسیجر اور طریق کار اپنا ہی اختیار کریں۔ اس طرح تفریق کی وجہ سے ہونے والی رشوت ستانی بھی ختم ہوجائیگی۔

(۱۱) اسلامی نظریاتی کونسل کی جملہ سفارشات کو رائے عامہ کیلئے شائع کیا جائے اور ان پر مؤثر عمل درآمد کیا جائے۔

(۱۲) ملک سے سودی نظام معیشت کا مکمل خاتمہ اور اسلامی تعلیمات پر مبنی غیر سودی نظام بنکاری نافذ ہو۔

(۱۴) موجودہ غیر اسلامی قوانین کو بدل کر اسلامی قوانین نافذ کرنے کی رفتار کو تیز کیا جائے۔

(۱۵) نفاذ شریعت کیلئے دینی درد سے سرشار مخلص افراد پر مشتمل ایک نگران کمیٹی جو اقدامات اور انکے نفاذ کی رفتار کا جائزہ لے سکے اور عملی تنفیذ کا جائزہ لیتی رہے اور راہ کی رکاوٹوں کو دور کرے۔